ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی مرحوم[1]

رفاہی خدمات میں مسلمانوں کا حصہ

اسلامی تاریخ کا ایک دل آویز باب

قوموں کی ترقی اور شائستگی، زندگی کے لئے ان کے حق اور عالمی قیادت کے لئے ان کی صلاحیت کا سب سے بڑا ثبوت ان کے افراد کا وہ انسانی جذبہ فراہم کرتا ہے جو کسی امتیاز کے بغیر سماج کے ہر طبقے کو اپنی آغوش میں جگہ دے، بلکہ روئے زمین کے ہر انسان ہی نہیں، ہر جاندار تک کے لئے اس کا فیض عام ہو۔ کسی قوم کی تہذیب کا یہی وہ عنصر ہے جو اُسے بقائے دوام عطا کرتا ہے۔ اور دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں افضلیت کا مقام اس کے حصہ میں آتا ہے۔

ہماری قوم اس میدان میں جس بلندی تک پہنچی ہے، بلا کسی استثنار کے اس سے پہلے کی قوموں اور امتوں میں سے کسی کی رسائی وہاں تک نہیں ہوئی ہے۔ اور بعد والوں میں سے بھی اب تک بہرحال وہاں کوئی نہیں پہنچ پایا ہے۔

گزشتہ زمانوں میں قوموں اور تہذیبوں کا رفاہی اور خدمتی تصور اس قدر تنگ تھا کہ مدرسوں اور عبادت گاہوں سے زیادہ کوئی بات ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اور زمانہ حاضر میں اگرچہ مغربی قومیں اجتماعی اور عوامی اداروں کے ذریعہ اجتماعی ضروریات کی کفالت کرنے میں بہت دور تک آگے بڑھ گئی ہیں۔ مگر وہ بے لوث انسانی جذبہ جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے حرکت میں آئے اور جو

---

[1] ڈاکٹر مصطفےٰ السباعی جنہوں نے اب سے چند سال پہلے وفات پائی۔ دمشق یونیورسٹی کے پروفیسر اور جدید عالم عربی کے بلند پایہ مصنفین میں تھے۔ انکی ایک کتاب "من روائع حضارتنا" دمشق ریڈیو سے نشر کی گئی تقریروں کے ایک سلسلے پر مشتمل ہے۔ ذیل کا مضمون اسی سے لیا گیا ہے۔

ہمارا اپنے دورِ عروج اور دورِ انحطاط دونوں میں امتیاز رہا ہے۔ وہ ان کی دست رس سے ہمیشہ باہر ہے۔ اہلِ مغرب کے رفاہی اور خدمتی کاموں میں سب سے بڑا محرک جاہ طلبی، شہرت پسندی اور نام رہ جانے کی خواہش ہی ہوتی ہے۔ جبکہ ہماری قوم میں اعمالِ خیر کا اوّلین محرک اللہ عز وجل کی رضا جوئی تھی اور اس کے آگے اس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ دوسروں کو ان کاموں کا علم ہوتا ہے یا نہیں۔

اس دعوے پر بس ایک ہی دلیل کفایت کر سکتی ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے تمام اموال امورِ خیر میں لٹائے، شام اور مصر کو خیراتی اداروں سے بھر دیا، مساجد مدارس اور مسافر خانوں کی کوئی شمار نہ رہی۔ لیکن کسی ایک پر بھی جو اپنا نام کندہ کرایا ہو، نام لکھوائے تو اپنے سپہ سالاروں کے، وزراء کے، دوستوں اور اعوانِ حکومت کے!

نفس کی آمیزش سے کارہائے خیر کے پاک ہونے کا اس سے بلند تر درجہ بھی کوئی تصوّر میں آسکتا ہے۔؟

دوسرا یہ الامتیاز ہمارے اور اہلِ مغرب کے درمیان یہ ہے کہ اہلِ مغرب اپنے رفاہی اداروں سے فیض یابی کو عموماً اپنے اہلِ ملک تک محدود رکھتے ہیں، جبکہ ہمارے ایسے اداروں کے دروازے ہر انسان کے لئے کھلے ہوتے تھے، نہ نسل کا کوئی امتیاز تھا، نہ وطن کا اور نہ زبان اور مذہب کا۔

تیسرا ایک فرق اور ہے۔ ہم نے اپنے دور میں امورِ خیر کے ایسے ایسے پہلو نکالے اور ان کے لئے ادارے قائم کئے جن تک آج بھی اہلِ مغرب کا خیال نہیں پہنچا ہے۔ یہ پہلو آج بھی سامنے آتے ہیں تو نظر حیران رہ جاتی ہے۔ اور اس امر کی ایک تابناک دلیل فراہم ہوتی ہے کہ انسان دوستی کے جذبے کی لطافت اور وسعت میں مسلمانوں کا مرتبہ دوسروں سے کس قدر بڑھا ہوا تھا۔

امورِ خیر کے لئے اپنے دور کے اجتماعی اداروں کا، جو تھوڑا سا تذکرہ ہم یہاں کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے مناسب ہوگا کہ اس میدان میں اپنی تہذیب کے مبادیات کا تعارف کرا دیا جائے۔ ہم نے جو کچھ بھی نقوش اس میدان میں ثبت کئے ہیں۔ وہ سب انہیں بنیادی افکار اور بنیادی تربیت کا فیض ہے۔

اسلام نے جب امورِ خیر کے لئے پکار دی تو ایسے فکری عناصر اس میں شامل کر دئے

کہ انسان کے دل میں بخل وحرص کا جو جذبہ سر اٹھا سکتا تھا۔ اور فقر کے خوف کا جو وسوسہ شیطان کی کار فرمائی سے دخل انداز ہو سکتا تھا۔ وہ وہیں بیدم ہو کر رہ گیا، قرآن نے جب انفاق کی ترغیب دی تو ساتھ ہی کہا:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلًا وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرۃ - آیت ۲۶۸)	شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے اور حکم دیتا ہے، تمہیں بخل کا۔ اور اللہ وعدہ کرتا ہے تم سے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے اور زیادہ دینے کا۔ اور اللہ بڑا وسعت والا ہے، بڑا جاننے والا ہے۔

اس دعوت کا رخ قرآن میں ہر انسان کی طرف ہے، چاہے غنی ہو چاہے فقیر۔ غنی اگر اپنے مال اور اپنی وجاہت سے کارِ خیر میں حصہ لے سکتا ہے تو فقیر اور بے زر کے لئے بھی اس کا ہاتھ ہے۔ اس کا دل ہے، اس کی زبان ہے اور اس کی محنت ہے جسے وہ اس دعوت کی نذر کر سکتا ہے۔ اس طرح اسلام کسی انسان کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دیتا کہ وہ کارہائے خیر میں حصہ لینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

قرآن میں جب انفاق کی دعوت شروع ہوئی تو فقراء اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گلہ کیا کہ یہ میدانِ سعادت تو تمام تر اہلِ ثروت کے ہاتھ رہے گا۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں کارِ خیر کا وسیلہ صرف مال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وہ بات جس سے لوگوں کو نفع پہنچے وہ کارِ خیر ہے:

"تمہارے لئے ہر کلمہ تسبیح میں صدقہ کا ثواب ہے۔ ہر نیکی کی وصیت میں صدقہ کا ثواب ہے۔ ہر برائی کی روک ٹوک میں صدقہ کا ثواب ہے۔ راستے سے تکلیف دِہ چیز ہٹا دینے میں صدقہ کا ثواب ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان صفائی کرا دینے میں صدقہ کا ثواب ہے۔ کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا تو یہ بھی کچھ کم صدقہ نہیں ہے۔" (بخاری ومسلم)

اسلام کی اس تعلیم نے کارِ خیر کے دروازے بلا کسی امتیاز کے ہر انسان پر کھول دئے۔ اب ایک مزدور بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ ایک تاجر اور کاشتکار بھی لے سکتا ہے۔ استاد بھی لے سکتا ہے اور طالب علم بھی لے سکتا ہے۔ عورت بھی لے سکتی ہے، بوڑھا اور معذور بھی لے سکتا ہے ان کے

اقتصادی احوال ذرا بھی اس میں مزاحم نہیں کہ نیکی اور بھلائی کی خدمت اپنے سماج میں کریں۔

ایک دوسری بات جو اسلام اپنے ماننے والوں کے دل میں بٹھا کر انہیں انسان دوستی کے بلند ترین افق تک اٹھا دیتا ہے اس کی یہ دعوت کہ نیکی اور بھلائی کے معاملے میں کوئی تفریق بندگانِ خدا کے ساتھ مت کرو۔ پس ارشاد ہوتا ہے:

"مخلوق سب اللہ کا کنبہ اور عیال ہے۔ اس لئے اللہ کو سب سے محبوب وہ آدمی ہے جو اس کے عیال کے لئے زیادہ نفع بخش ہو۔" (طبرانی و مسند عبدالرزاق)

اور آخری بات جو ان عبادیات اور ذہنی تربیت کے سلسلے میں دیکھنے کی ہے وہ یہ کہ اسلام نے اس تمام صرف و انفاق کو جو ایک آدمی راہِ خیر میں کرتا ہے اس کے ذاتی نفع کا کام ٹھہرا کے ایک محبوب ترین کام اسے بنا دیا ہے وہ کہتا ہے:

(۱) وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ۔ (البقرہ - آیت ۲۷۲)

اور جو کچھ مال خرچ کرو گے تم سو اپنے ہی واسطے۔

(۲) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ۔ (سورۂ فصلت ۴۶)

جو شخص اچھا عمل کرے گا سو اپنے ہی واسطے۔

انسان فطرۃً خود پرست ہے۔ ہر چیز سے پہلے اپنے آپ پر اس کی نظر جاتی ہے۔ اس فطری پس منظر میں دیکھیے کہ یہ اسلوب ترغیب تاثیر کی کیسی صلاحیت رکھتا ہے۔ اب بخیل بھی آمادۂ سخاوت ہو سکتا ہے، ایک حریص کی گرہ بھی اب کھلے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور جہاں اولاد و اقارب مدد کے روادار نہ ہوں گے وہاں یہ حریص اور بخیل طبیعت لوگ غیر ہوتے ہوئے بہت کچھ کر گزریں گے۔

قرآن کی جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔ (البقرہ ۲۴۵)

کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ قرض دے پھر اللہ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے۔

تو صحابی ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ بھی اپنے بندوں سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! ابوالدحداح نے عرض کیا حضور اپنا ہاتھ لائیے اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر، آپ کو گواہ بنایا کہ انہوں نے اپنا وہ باغ صدقہ کر دیا ہے جو بلا شرکت غیرے ان کا تھا اور

جس میں سات سو پھلدار کھجور کے درخت ہیں یہ کر کے وہ اپنی بیوی کے پاس آئے جو مع بچوں کے اسی باغ میں رہائش رکھتی تھیں۔ بیوی کو اس کارروائی کی خبر دی۔ اور انہوں نے یہ سنتے ہی باغ چھوڑ دیا اور بڑے اطمینان سے کہا کہ ابو دحداح آپ نے بڑے نفع کا سودا کیا ہے۔

ایک اور آیت:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (آل عمران) — جب تک تم اپنی محبوب چیزیں خرچ نہ کرو گے کامل نیکی کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکو گے۔

نازل ہوئی تو صحابی ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور میرا کنواں بَیْرُحَاء میرا سب سے زیادہ محبوب مال ہے اور یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اس کا نفع اللہ کے یہاں چاہتا ہوں۔ آپ اسکو جہاں چاہیں لگا دیں۔

آنحضرت ؐ نے فرمایا: رکو رکو! یہ بڑے کام کا مال ہے۔ یہ بڑے کام کا مال ہے۔ ایسا کرو کہ ملکیت باقی رکھو، نفع صدقہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

یہ اسلام میں پہلا وقف تھا اور یہیں سے "وقف" کا ادارہ وجود میں آیا۔ جو ہمارے اجتماعی اداروں کی ریڑھ کی ہڈی تھی۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میدان میں اپنی امت کے لئے ایک بہترین مثال قائم کی۔ بعض مجاہدین نے مرتے وقت سات باغوں کے بارے میں وصیت کی تھی کہ ان کا مصرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے ان کو فقراء اور مجاہدین اور دوسرے اہل حاجت کے لئے وقف قرار دیا۔ آپ کی پیروی میں حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خیبر کی زمین وقف کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاذ وغیرہ نے وقف کئے۔ بلکہ کوئی صاحب استطاعت صحابی ایسا نہ رہا تھا جس نے کچھ نہ کچھ وقف نہ کیا ہو۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک بار پھر وقف کرنے کا عمل زور و شور سے شروع ہوا۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ایک زمین وقف کی اور مہاجرین و انصار میں سے چند اصحاب کو بلا کر اس کا گواہ بنایا۔ ان میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ میں کسی صاحب مقدرت صحابیٔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں جانتا جس نے اس کے بعد اپنا کوئی مال صدقۂ موقوفہ نہ قرار دیا ہو۔

وقف الخیر کا یہ دستور مسلمانوں میں نسل در نسل منتقل ہوتا رہا، زمینیں، باغات، مکانات

پیداواریں امور خیر کے لئے وقف کی جاتی تھیں، جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرے نے اتنی عام ضرورت کی چیزوں اور رفاہی اور خدمتی اداروں کا بندوبست کیا کہ شمار مشکل ہے۔

یہ ادارے دو طرح کے ہوتے تھے۔ ایک وہ جنہیں حکومت قائم کرتی تھی اور بڑے بڑے وقف حکومت کی جانب سے ان کے لئے ہوتے تھے۔ دوسرے وہ جنہیں اعیان سلطنت امرا جیش اور عام اغنیاء جن میں خواتین بھی شامل ہیں، ذاتی طور پر وجود میں لاتے تھے۔ اس مختصر گفتگو میں ان اداروں کی تمام قسمیں بیان کرنے کا وقت نہیں۔ بس جو زیادہ اہم ہیں ان کا کچھ تذکرہ یہاں ہوگا۔

۱۔ اس فہرست میں مساجد کا نمبر سب سے پہلا ہے۔ لوگ اس کام میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بادشاہوں تک کو ذوق تھا کہ مساجد کی عظیم الشان تعمیرات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہیں۔ اس ضمن میں صرف ولید بن عبدالملک کیطرف اشارہ کافی ہوگا۔ جس نے جامع اموی (دمشق) کی تعمیر میں اس قدر مال خرچ کیا اور اتنے آدمیوں نے اس تعمیر کا کام انجام دیا کہ یقین آنا مشکل ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا نمبر مدارس اور شفاخانوں کا ہے۔ جس کے لئے الگ ایک بیان کی ضرورت ہے اور اس کی تفصیل ہم وہیں کریں گے۔

مدرسوں اور شفاخانوں کے علاوہ سرائیں اور مسافر خانے بنائے جاتے۔ تکیے اور خانقاہیں ان بندگان خدا کے لئے قائم کی جاتی تھیں جو یاد الٰہی کے لئے گوشۂ عزلت کے خواہاں ہوں۔ ان غریبوں کے لئے مکانات بنائے جاتے تھے جو نہ مکان خرید سکتے ہوں نہ کرائے پر لے سکتے ہوں۔ عام راستوں پر سبیلوں کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ عوامی لنگر خانے قائم کئے جاتے تھے جہاں سے روٹی، گوشت اور کوئی میٹھا ضرور تمندوں کو تقسیم ہوتا۔ سلطان سلیم کے تکیے اور شیخ محی الدین کے تکیے میں ابھی قریبی زمانے تک ایسے لنگر خانے دمشق میں موجود تھے۔ حاجیوں کے لئے مکہ مکرمہ میں اقامت گاہیں اسی ضمن میں بنوائی جاتی تھیں اور اس کثرت سے بنوائی جاتی تھیں کہ سرزمین مکہ پر کوئی چپہ مشکل سے باقی رہا ہوگا۔ بعض فقہاء نے اسی بناء پر ایک زمانے میں مکہ کے مکانات کرائے پر اٹھانا باطل قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ سب حجاج کے لئے وقف ہیں۔ جنگلوں میں کنوئیں کار خیر کے طور پر کھدوائے جاتے تھے تاکہ اہل حاجت کی کھیتیاں، مویشی اور راہ گیر سیراب ہو سکیں۔ بغداد اور مکہ کے راستے پر دمشق اور مدینے کے راستے پر اور مختلف اسلامی شہروں، قریوں اور خاص کر راجدھانیوں کے درمیانی راستوں پر اس کار خیر کی اس قدر کثرت تھی کہ شاذ و نادر ہی کبھی کوئی مسافر ان ایام میں پیاس اور پانی کی

نایابی سے دوچار ہوا ہو گا۔ بیرونی حملوں کی روک تھام کے لئے جو سپاہ اسلامی سرحدوں پر جگہ جگہ متعین ہوتی تھی، اس کے لئے قیام گاہیں لوگ فی سبیل اللہ بنواتے تھے۔ اور یہاں صرف قیام ہی کا نہیں، کھانے پینے سے بلکہ اسلحہ اور رسد کے ذخیروں تک کا بندوبست کیا جاتا تھا عباسی دور میں رومی حملوں کی مدافعت اور جنگہائے صلیبی کے دور میں شام و مصر پہ فرنگیوں کی یورشیں روکنے میں ان فی سبیل اللہ انتظامات کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ مستقل اوقاف مجاہدین کو گھوڑے تلواریں اور نیزے وغیرہ آلات حرب مہیا کرنے کے لئے قائم تھے۔ جس سے ہمارے دیار میں جنگی صنعت کو بڑا فروغ ہوا، حتیٰ کہ صلیبی لڑائیوں کے دور میں جب کوئی صلح کا وقت ہوتا تو اہلِ فرنگ خاص طور سے ہتھیار خریدنے بھی ہمارے ہی پاس آتے تھے۔ اور علماء کو فتویٰ دینا پڑا تھا کہ ان کے ہاتھ اسلحہ کی فروخت حرام ہے۔

کچھ خاص وقف اس ضمن میں ایسے بھی تھے جن کی آمدنی ایسی اتفاقی صورتوں میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وقف تھی جبکہ مملکت اُن تمام لوگوں کے لئے بندوبست سے قاصر ہو جو جہاد پر جانا چاہیں۔۔۔۔

بہت سے اوقاف راستوں اور پلوں کی درستی کے لئے ہوتے تھے بہت سے لوگ قبرستان کے لئے زمینیں وقف کرتے تھے۔ نادار میتوں کی تجہیز و تکفین اور مصارف دفن کے لئے بھی اوقاف تھے۔

ان سب کے علاوہ اہلِ ضرورت کی پوری پوری سماجی کفالت کے نقطۂ نظر سے جو خیراتی ادارے ہمارے یہاں وجود میں آئے ان میں پڑے پڑے ہیں۔ بچوں اور یتیموں کی پرورش کے ادارے تھے۔ نابیناؤں، معذوروں اور از کار رفتہ بڈھوں کی کفالت کے ادارے تھے جہاں اُن کی زندگی کے دن ہر ممکن عزت اور سہولت کے ساتھ گزر جاتے تھے۔

بعض ادارے مخصوص طور سے قیدیوں کی خبر گیری کے لئے تھے جن سے دوسری اعانتوں کے علاوہ ان کی صحت برقرار رکھنے کے لئے مناسب غذا کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔ حد یہ ہے کہ نابیناؤں کی رہبری اور معذوروں کی خدمت کے لئے ان کے گھروں پہ آدمی مقرر کرنے والے ادارے بھی ہمارے یہاں قائم کئے گئے ہیں۔

جوان لڑکے اور لڑکیاں جو نہ خود شادی کا بار اٹھا سکتے ہوں اور نہ ان کے سرپرست اس قابل ہوں ان کی ضروری مدد کرنے کے لئے ادارے تھے جو مہر تک کی ادائیگی کا بندوبست

کرتے تھے۔

بچوں کیلئے مفت دودھ فراہم کرنے والے ادارے آج کی دین سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں اس سے کہیں پہلے دودھ اور شکر دونوں کا انتظام کرنے والے ادارے رہ چکے ہیں، جن میں للٰہیت کا عنصر مزید تھا۔ سلطان صلاح الدین کا جو قلعہ آج بھی دمشق میں موجود ہے۔ اس کے ایک دروازے پر ایک طرف ایک پرنالہ تھا جس سے دودھ بہایا جاتا تھا، دوسری طرف دوسرا پرنالہ جس سے پانی میں گھلی ہوئی شکر بہہ کر آتی تھی۔ ہفتہ میں دو دن مقرر تھے کہ مائیں آئیں اور بچوں کے لئے جس قدر دودھ اور شکر کی ضرورت ہوتی یہاں سے لے جائیں ——

اور اس ندرت خیال کا تو جواب ہی امورِ خیر کی تاریخ میں نہیں کہ وقف کی ایک قسم نازک پلیٹوں اور تشتریوں کے لئے تھی کہ کسی بچے یا خادم سے راستے میں کوئی قیمتی پلیٹ یا تشتری گر کر ٹوٹ جائے تو وہ سیدھا اس ادارے میں چلا آئے اور ٹوٹی ہوئی کی جگہ نئی لیکر اس طرح گھر واپس جائے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

سب سے آخر میں ان اداروں کی ایک قسم اور سن لیجئے۔ یہ وہ ادارے تھے جو بیمار اور کمزور جانوروں کے علاج اور پرورش کے لئے قائم تھے۔ دمشق کا ادارہ "مرج احضر" جس کی جگہ پر آج اسٹیڈیم بن گیا ہے اسی نوعیت کا ایک ادارہ تھا۔ الغرض عمر رسیدہ اور کمزور د بیمار جانوروں کے لئے مستقل وقف تھے۔ جن سے ان کے آخر دم تک ان کی ضرورت پوری کی جاتی تھیں۔

تو یہ تھیں قسم کے خیراتی اور کفالتی ادارے ہوئے جن کا یہاں ذکر کیا گیا کہ اسلامی تہذیب اور اسلامی تمدن نے ان کو وجود دیا۔ کیا ان کی واقعی معنیٰ میں کوئی مثال ہم سے پہلے ملتی ہے۔؟ اور کیا آج بھی ان میں سے بہت سوں کی نظیر موجودہ تمدن کے پاس ہے۔؟

انجمن دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کا علمی، دینی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ الرشاد سیالکوٹ

زیر سرپرستی: مولانا الحاج محمد علی صدیقی کاندھلوی صدر انجمن، عنقریب شائع ہو رہا ہے۔

دینی اور روحانی قدروں کا ترجمان - ڈائجسٹ سائز، سفید کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل، آفسٹ طباعت

ماہنامہ "الرشاد" دارالعلوم الشہابیہ رنگپورہ روڈ- سیالکوٹ شہر